رِبا کا مسئلہ

نعمان نیئر کلاچوی

رِبا کا مسئلہ

نعمان نیئر کلاچوی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام مقالہ	رِبا کا مسئلہ
مصنف	نعمان نیئر کلاچوی
ناشر	مرشد پبلی کیشنز، کلاچی، ڈیرہ اسماعیل خان
پی ڈی ایف ایڈیشن	مارچ،2026

فہرست

نمبر	عنوانات	صفحہ
1	پیش گفتار	5
2	رِبا کا مسئلہ	8

پیش گفتار

آج ہم ایک ایسی دنیا میں رہتے ہیں جہاں ہمارا ایمان صرف سکّہ رائج الوقت (Currency) ہے۔ یہ صرف ہماری معیشت ہی نہیں بلکہ ہمارے تعلقات، اخلاقیات اور ہماری قابلیت و اہلیت بھی طے کرتا ہے۔ آخر ہم میں سے آج کون اللہ کا ولی ایسا ہے کہ جسے یہ کرنسی پھرکی کی طرح گھما نہیں رہی۔ عالم فاضل، امیر غریب، مسافر مقیم، نیک بد سبھی آج کرنسی کی پوجا میں لگے ہوئے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ یہ ہے تو سب کچھ ہے یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ معیشت انسان کی سب سے بنیادی ضرورت ہے لیکن سوال یہ ہے کہ انسان کوئی جنگلی جانور ہے کہ کسی بھی طریقے سے بس اپنی معیشت ہی پوری کرنا چاہتا ہے اور بس؟۔ ایسا تو بالکل بھی نہیں۔ انسان ارادہ و اختیار اور اخلاقی شعور رکھنے والا جاندار ہے اور معیشت اِس کی ایک بنیادی ضرورت تو ہے لیکن یہ کوئی دیگر جنگلی جانوروں کی صرف معاشی جانور نہیں ہے۔ مثلاً گائے ایک معاشی جانور ہے۔ اگر آپ اِسے خوراک نہیں دیں گے تو یہ آپ کو فائدہ نہیں دے سکتی یعنی گائے کی بنیادی ضرورت صرف اور صرف چارہ ہے۔ لیکن انسان کی بنیادی ضرورت صرف اور صرف چارہ نہیں بلکہ انسان اخلاقی شعور کا حامل ہدایت کا طالب

ایک ایسا انوکھا جاندار ہے جس کے پاس ارادہ و اختیار ہے جو اِس پوری کائنات میں کسی جاندار کے پاس نہیں ہے۔

یہ تو ایک پہلو ہو گیا جبکہ دوسرا انتہائی اہم پہلو یہ ہے کہ انسان ایک خالصتاً سماجی جاندار(Social Animal)ہے۔انسان واحد جاندار ہے جو ایک باقاعدہ معاشرہ بنا کر رہتا ہے یعنی انسان اِس کائنات کا واحد جاندار ہے جو اپنے جیسے دیگر جانداروں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور تنہائی و کنارہ کشی سے گریز کرتا ہے۔یہ معاشرت انسانی فطرت کا لاجزلاینفک ہے۔

اگر مَیں یہ کہوں کہ انسان ایک قادر مطلق ہستی کی بامقصد تخلیق ہے تو عین ممکن ہے کہ پڑھنے والے کے ذہن میں یہ سوال اُبھر آئے کہ یہ تو ایک عقیدہ ہے اور حیاتیاتی سائنس اِس عقیدہ کو نہیں مانتی تو یہاں پر مَیں اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ دنیا کی ہر سائنس کم از کم یہ تو مانتی ہے کہ انسان ارادہ و اختیار اور اخلاقی شعور رکھنے والا جاندار ہے؟،اگر اتنی حقیقت بھی مانتی ہے تب بھی میری یہ تحریر کارآمد ہو جاتی ہے کیونکہ یہاں مَیں جس مسئلے پر بحث کرنا چاہتا ہوں وہ ایک خالصتاً معاشی سماجی مسئلہ ہے اور جس کا تعلق کسی عقیدہ سے زیادہ انسان کی بہتری سے ہے لیکن چونکہ یہ مسئلہ دین کے ہاں زیرِ بحث آ گیا ہے اور دین یعنی اسلام نے اِس سے منع کر دیا

ہے تو بحث کا مرکزی خیال یہی رہے گا کہ جو فعل آج عموماً ہر انسان کیلئے قابلِ قبول بن چکا ہے، اسلام اُس سے منع کیوں کرتا ہے۔ بہت ہی اہم مسئلہ یعنی رِبا جسے اُردو میں سود اور انگریزی میں Usury کہتے ہیں۔ آیئے اِس پر تفصیلی بحث کریں کہ اسلام اِس کی کیوں مخالفت کرتا ہے اور اِس سے ایک مؤمن کو کیوں منع کرتا ہے۔

فقیر

نعمان نیئرؔ کلاچوی

20 مارچ، 2026

رِبا کا مسئلہ

رِبا ایک عربی اصطلاح ہے اور اِس کا سادہ مطلب ہے منافع کی شرط پر کسی کو قرض دینا۔ اُردو میں اِسے عام طور پر سُود اور انگریزی میں مختلف اصطلاحات یعنی Usury, Interest, Profit, Markup سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سود آج پوری دنیا میں نہ صرف قابلِ قبول بن چکا ہے بلکہ سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کی بنیادوں میں سے ایک اہم بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ پاکستان کے کسی دور اُفتادہ گاؤں کا ایک غیر معروف پرائیویٹ بینک ہو یا پھر ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف جیسے دیو ہیکل عالمی مالیاتی ادارے، سبھی اِس نحوست کی بنیاد پر چل رہے ہیں۔

سود کیا ہے اور یہ کیوں انسانی معاشرہ کیلئے بدترین نحوست ہے اِس پر بعد میں بات کریں گے، پہلے آپ قرآن کی چند ایک آیات ملاحظہ کر لیں جس میں رِبا یعنی سود کی ممانعت کا حکم دیا گیا ہے۔

وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ ۖ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ۔

اور جو تم سود دیتے ہو تا کہ لوگوں کے مال میں بڑھ جائے، وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو تم زکوۃ دیتے ہو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو یہی لوگ ہیں جو بڑھانے والے ہیں (اپنا مال)۔(سورہ الروم۔ آیت 39)

وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا۔

اور اُن کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ اُنہیں اِس سے منع کیا گیا تھا، اور لوگوں کا مال ناحق کھانے کی وجہ سے، اور ہم نے اُن میں سے کافروں کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔(سورہ النساء۔ آیت 161)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود مت کھاؤ، اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ (سورہ آلِ عمران۔ آیت 130)

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا ۗ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا

فَمَن جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَانتَهَىٰ فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اُس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جسے شیطان نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو۔ یہ اِس لئے کہ وہ کہتے تھے کہ تجارت بھی سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے، پھر جس کے پاس اُس کے ربّ کی نصیحت آئی اور وہ باز آ گیا تو جو پہلے لے چکا وہ اُس کا ہے اور اُس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، اور جو دوبارہ کرے گا تو وہی لوگ جہنم والے ہیں، وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (سورہ البقرہ۔ آیت 275)

يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ۔

اللہ سود کو مٹا دیتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے، اور اللہ کسی ناشکرے گناہگار کو پسند نہیں کرتا۔ (سورہ البقرہ۔ آیت 276)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود باقی رہ گیا ہے اُسے چھوڑ دو اگر تم واقعی مومن ہو۔ (سورہ البقرہ۔ آیت 278)

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ۔

پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لیے تمہارا اصل مال ہے، نہ تم کسی پر ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔(سورہ البقرہ۔ آیت 279)

پس رِبا یعنی سود کی ممانعت درج بالا سات آیات میں آ چکی۔ یہاں مَیں مذکورہ آیات کی تفسیر کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا اور نہ ہی یہ مقالہ اِس ضرورت کے پیشِ نظر لکھا جا رہا ہے کہ آیات کی تفہیم بیان کی جائے بلکہ یہاں مسئلہ زیرِ بحث رِبا یعنی سود ہے کہ آخر یہ کیا چیز ہے اور خدا نے اِس سے اتنی سختی سے کیوں منع کر دیا ہے۔

یہ تو سمجھ آ گئی نا کہ سود کا کاروبار کرنے والے اگر اِس سے باز نہیں آتے تو ایسے بد بختوں کیلئے خدا کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے چنانچہ اب اِس قبیح فعل کی گنجائش تک ممکن نہیں رہی۔ اِس بنیادی حکم اور اِس کی سختی کو سمجھنے کے بعد اب اِس کی حکمت پر غور کرتے ہیں کہ آخر سود کے خلاف خدا کی طرف سے اِس قدر سخت وعید کیوں آئی۔ سود کو سمجھنے سے پہلے اگر تھوڑی سی زحمت معیشت کی مبادیات کو

سمجھنے کی اُٹھالیں تو آپ کیلئے سود کو سمجھنا آسان ہو جائے گا کہ آخر یہ کیوں اِس قدر بدترین فعل بن جاتا ہے۔

سب سے پہلا نکتہ سمجھنے کا یہ ہے کہ انسان کے پاس اصل سرمایہ صرف دو چیزوں پر مبنی ہوتا ہے۔ایک چیز مابعد الطبعی یعنی Metaphysical ہے اور دوسری چیز طبعی یعنی Tangible ہے۔

پہلا سرمایہ انسان کے پاس یقین یعنی Conviction ہے جو مصنوع یعنی Product نہیں جبکہ دوسرا سرمایہ انسان کے پاس اُس کی محنت یعنی Labor ہے اور یہ واحد مصنوع ہے جس کی بنیاد پر انسان کچھ بھی کما سکتا ہے۔علاوہ ازیں اِن دو سرمایوں کے تبادلے کیلئے ایک تیسری چیز قدرِ تبادلہ یعنی Value of Exchange ہے جسے ہم سونا، چاندی اور کرنسی کہتے ہیں۔ پس ایک انسان کے پاس اصلاً یہی دو سرمائے ہوتے ہیں اور اِنہی کے ذریعے انسان معاشرے میں جہد للبقاء یعنی Survival کی جنگ لڑتا رہتا ہے۔

ہم ابتداء میں انسان کے متعلق یہ بنیادی حقیقت تو تسلیم کر چکے ہیں کہ انسان اخلاقی شعور بھی رکھتا ہے یعنی انسان کسی معاشرے میں خیر و شر سے ماوراء ہو کر نہیں جی سکتا بلکہ کسی بھی انسانی معاشرے میں اخلاقی ضوابط کی پاسداری اُسے بہر حال کرنا

ہوتی ہے البتہ فرق یہاں پر یہ رونما ہوتا ہے کہ ایک ضابطہ وہ ہے جو انسان اپنی ضرورت کے مطابق طے کرتا ہے اور دوسرا ضابطہ وہ ہے جس کے متعلق دنیا کے کروڑوں افراد کا ماننا ہے کہ وہ ضابطہ اِس کائنات اور ہماری خالق ہستی یعنی خدا قادر مطلق کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور جس کی اطاعت کرنا ہمارا فرض ہے۔ اِسی کو اصطلاح میں دین کہتے ہیں۔ گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک طرف سیکولرازم کے اخلاقی ضوابط ہیں اور دوسری اگر اِس کا کامل تقابل کرتا ہے تو وہ دینِ اسلام کا ضابطِ اخلاقی ہے۔ سیکولر نظم بھی اخلاقی ضوابط طے کرتا ہے لیکن اِس کے ضوابط محض انفرادی مفادات پر مبنی ہوتے ہیں جبکہ اِس کے برعکس اسلام بھی اخلاقی ضوابط فراہم کرتا ہے لیکن اسلام کے ضوابط انسانی مفادات پر تو مبنی ہوتے ہیں لیکن یہاں بنیادی فرق یہ ہے کہ سیکولرازم میں تمام تر مفادات ایک فرد کی طبیعت کے تابع ہو جاتے ہیں جبکہ اسلام میں ایک انسان کے تمام تر مفادات پوری انسانیت کے تابع ہوتے ہیں۔ یہ گہرا فرق نہ سمجھنے کے سبب سیکولر اور اسلامی اخلاقیات کو بعض لوگ گڈمڈ کر دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ سیکولرازم تو لوگوں کو منع نہیں کرتا کہ وہ جس مذہب پر چاہیں عمل کریں۔

اصل میں بات یہ ہے ہی نہیں کہ ایک فرد جس مذہب پر چاہے عمل کرے یا نہ کرے اصل بات یہ ہے کہ ایک فرد ایک معاشرے سے کسی بھی صورت آزاد

نہیں ہو سکتا اور کسی بھی ایک فرد کی ایسی آزادی جو دوسرے افراد کیلئے مستقل تباہی کا سبب بن جائے کبھی بھی اخلاقی نہیں ہو سکتی۔

اب آ جائیں واپس بنیادی بحث کی طرف۔ مَیں نے عرض کیا کہ عموماً ہر انسان کے پاس بنیادی طور پر سرمایہ کی تین صورتیں موجود ہوتی ہیں یعنی یقین۔ محنت اور قدرِ تبادلہ یعنی سونا چاندی یا روپیہ پیسہ۔ اب اِن میں دو سرمائے مستقل بالذات ہیں اور یہ انسان سے کوئی دوسرا فرد نہیں چھین سکتا یعنی یقین اور محنت۔ یہی اصل سرمائے ہیں۔ یقین شعوری معاملہ ہے تو محنت جسمانی اور اِنہی دو معاملات کی بنیاد پر انسان زندگی بسر کرتا ہے۔ معیشت کی بنیاد سمجھنے کے بعد اب غور کریں کہ سود کیسے پیدا ہوتا ہے۔

اسلم ایک ایسا انسان ہے کہ اِس وقت وہ جسمانی محنت کرنے کے قابل نہیں ہے لیکن وہ نہیں چاہتا کہ صدقہ وزکوٰۃ پر وقت گزارے چنانچہ وہ زید کے پاس آیا اور اُس سے کچھ مدد طلب کی تاکہ اپنا کوئی دھندہ شروع کر سکے۔ زید نے اسلم سے کہا کہ بھائی مَیں آپ کو قدرِ تبادلہ یعنی دس ہزار روپے تو دے سکتا ہوں لیکن مجھے بتائیں اِن پیسوں کے عوض آپ مجھے دس ہزار اصل رقم اور دو ہزار زائد بھی دیں گے۔ زید چونکہ ایک سرمایہ دار اور اسلم ایک مجبور پاکستانی ہے اِس لئے اسلم نے کہا

کہ ٹھیک ہے، ابھی مجھے قرض دے دو، واپسی پر دو ہزار زائد لے لینا۔ قرآن کے نزدیک یہ زائد دو ہزار ار رِبا ہے جبکہ سرمایہ دارانہ نظم میں یہ پرافٹ ہے۔

اب یہاں قرآن کی ممانعت سمجھ سے بالاتر ہے اور سرمایہ دارانہ نظم کا پرافٹ ٹھا کر کے دماغ میں بیٹھ رہا ہے کہ قرض تو مَیں نے دے دیا لیکن کچھ تو میرے بھی ہاتھ آئے۔ لیکن نہیں، ابھی بات کہاں ختم ہوئی۔

خدا کی منطق یہ کہتی ہے کہ پیسہ یا کرنسی ایک قدرِ تبادلہ ہے نہ کہ محنت۔ اب سوال یہ ہے کہ قدرِ تبادلہ یعنی کرنسی خود کیسے ذریعہِ آمدن بن سکتی ؟۔ یعنی انسان محنت کرتا ہے اور اُس محنت کے بدلے وہ قدرِ تبادلہ یعنی روپے حاصل کرتا ہے لیکن سوال تو یہ ہے کہ روپے کس بنیاد پر ذریعہِ آمدن بن گئے ؟۔ سرمایہ دارانہ نظام میں اِس کی کوئی بنیاد نہیں بلکہ یہ ضرورت مند کی وہ مجبوری ہے جسے ایک ضرورت مند سرمایہ دار پر بیچ رہا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں ضرورت مند کی اِس مجبوری کو بازاری موقع یعنی Market Opportunity کہا جاتا ہے۔ مزید آسان کر دیتا ہوں تا کہ اچھے سے سمجھ آجائے۔

اسلم مجبور تھا اِس لئے زید کے پاس قرض مانگنے آیا چنانچہ زید نے جب دیکھا کہ اسلم مجبور ہے اور پیسے لیکر ہی جائے گا تو کیوں نہ اِسے ایک نادر موقع سمجھ کر چار پیسے ہی

کمالوں۔ پس زید نے اسلم سے کہا کہ دس ہزار بطورِ قرض لے لو مجھ سے لیکن واپسی پر بارہ ہزار دے دینا۔ چونکہ تم مجبور تھے اِس لئے یہ دو ہزار تمہاری مجبوری کی قیمت ہے۔ بتایئے اِس سے بدترین استحصال بھی کوئی ہو سکتا ہے؟۔

اصل میں سرمایہ دارانہ نظام کا بنیادی فساد ہی یہی ہے کہ یہ نظام قرض یعنی Debt جو کہ ایک انسانی ہمدردی ہے کو سرمایہ یعنی Capital بنا دیتا ہے۔ پس جب قرض سرمایہ بن جائے تو پھر اِس پر کمائی کیوں غلط ہو؟۔ یہی وجہ ہے کہ سود کو عموماً پرافٹ کہہ دیا جاتا ہے حالانکہ کسی انسان کی مجبوری کا فائدہ اُٹھانا کاروبار نہیں بدترین انسانی استحصال ہے اور آج یہ استحصال بینکنگ کے ذریعے سے پوری دنیا کی معیشت میں سرایت کر چکا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ تجارت حلال ہے لیکن رِبا حرام ہے۔ تجارت کا مطلب ہے کہ آپ اپنا مال کسی پر اِس غرض سے بیچتے ہیں تا کہ چار پیسے زائد کما لیں، یہ تو بالکل جائز عمل ہے لیکن رِبا میں آپ کسی کو مال نہیں دے رہے ہوتے بلکہ اُسے کرنسی دے رہے ہوتے ہیں جو اپنی ذات میں کوئی سرمایہ نہیں ہے۔ کرنسی ایک قدرِ تبادلہ ہے یعنی یہ چیز ایک شخص آپ سے لیکر فوری طور پر خرچ کر دے گا یعنی اِس کی اپنی ذاتی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے اِس لئے رِبا حرام ہے۔ البتہ جس چیز کی اپنی ذاتی حیثیت

ہے جیسے مکان، گاڑی، کھیت اور کوئی بھی مستقل بالذات شے اُس کو بیچ کر منافع لینا یا اِسے استعمال کی غرض سے مقررہ وقت تک کسی کو کرایہ پر دے دینا بالکل جائز ہے کیونکہ یہ چیزیں انسانی سرمایہ کی مختلف صورتیں ہیں۔

موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کہتا ہے کہ یہ کاغذ کا ٹکڑا چونکہ ایک مستقل سرمایہ ہے اِس لئے اِس پر بھی منافع لیا جائے گا جبکہ قرآن قدرِ تبادلہ کو سرمایہ نہیں مانتا۔ اگر آپ کو منافع چاہئے تو محنت کریں نہ کہ اپنے ہی جیسے کسی انسان کی مجبوری کو کاروبار بنالیں۔ دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ رِبا لینا اب جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟۔

سرمایہ دارانہ نظام میں قرض کی صورت میں کسی مجبور کی مالی مدد کرنے کا تو کوئی تصور ہی موجود نہیں چنانچہ بینک بیس فیصد شرحِ سود پر بھی پہلے کچھ قیمتی سرمایہ گروی رکھواتے ہیں تب کہیں جا کر قرض کی رقم دیتے ہیں جبکہ قرآن اِس مالی مدد یعنی قرض کو اخلاقی طور پر اِس قدر بلند کر دیتا ہے کہ کسی مجبور کو قرض دینا گویا خود خدا کو قرض دینے کے مترادف ہے۔

مَّنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضَاعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۔

کون ہے تم میں سے جو اللہ کو قرضِ حَسن دے؟ تاکہ اللہ اُسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کر دے، گھٹانا بھی اللہ کے اختیار میں ہے اور بڑھانا بھی، اور اُسی کی طرف تمھیں لوٹ کر جانا ہے۔(سورہ البقرہ۔ آیت 245)

اسلام نہ تو اِس مکروہ اُصول کو مانتا ہے کہ وقت پیسہ ہے یعنی Time is Money اور نہ ہی کسی مجبور کی مجبوری کو کمانے کا ذریعہ بنانے کی اجازت دیتا ہے جبکہ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد ہی بدترین معاشی استحصال پر مبنی ہے۔

اِس وقت معیشت کی سب اٹل حقیقت یہ ہے کہ نہ تو قرض سرمایہ ہے اور نہ ہی قدرِ تبادلہ یعنی کرنسی چاہے وہ روپیہ ہو یا ڈالر۔ لیکن موجودہ سرمایہ دارانہ نظام نے اِن دونوں کو سرمایہ بنا کر اِن پر کاروبار شروع کر رکھا ہے چنانچہ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کا پورا کاروبار ہی اِسی مکروہ بنیاد پر چل رہا ہے۔

تیسری دنیا کے غریب اور پسماندہ ممالک کو اپنی بدترین غیر انسانی شرائط کی بنیاد پر قرض پر قرض دیئے جاؤ اور اُس پر تیس سے پچاس فیصد تک رِبا بھی لگاتے جاؤ تاکہ قرضدار ممالک اصل رقم کو بھول کر رِبا پر رِبا دیتے جائیں اور یوں چند ہی سالوں میں پورے کا پورا ملک ایک مکروہ مالیاتی ادارے کے ہاں گروی ہو جائے۔ کہیں دُور جانے کی ضرورت ہی نہیں صرف اپنے ملک کو ہی دیکھ لیں کہ آج پاکستان

اِس مکروہ دھندے کی جیتی جاگتی مثال بنا ہوا ہے۔ اِس وقت پورا ملک ایک مکروہ مالیاتی ادارے کے قبضے میں ہے اور اِس کے کرتا دھرتا جو چاہتے ہیں پاکستان پر تھوپ دیتے ہیں صرف اِس لئے کہ سرمایہ کے نام پر یہ ادارہ جعلی سرمایہ یعنی قرض بدترین جعلی منافع کی شرح پر سرکاری خزانہ کے حوالے کر دیتا ہے۔

یہ عالمگیر معاشی ظلم اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ یہ جعلی سرمایہ یعنی کرنسی کا خاتمہ نہیں ہو جاتا بلکہ اب تو مزید معاشی غلاظت ڈیجیٹل کرنسی کی صورت میں رواج پا رہی ہے۔ فی الحال تو ہم رِبا کو رو رہے ہیں پتہ نہیں آنے والی نسلیں کس طرح جعلی معیشت کی بنیاد پر زندگی بسر کریں گی۔ نہیں معلوم۔

خدا پر ایمان ترک کر کے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کو دقیانوسیت قرار دے کر انسانیت جن عذابات سے اِس جدید دنیا میں گزر رہی ہے فی الحال اُس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے جبکہ آنے والے وقت کا تو تصور بھی اب کسی جہنم سے کم نہیں معلوم ہوتا۔

☆☆☆☆☆

سید المجاذیب خواجہ نعمان نیئرؔ کلاچوی صوبہ خیبر پختونخواہ کی ایک دور اُفتادہ تحصیل کلاچی کے باسی ہیں۔ آپ ایک جامع العلوم شخصیت ہیں۔ آپ بیک وقت مذاہبِ عالم، علم الکلام و فلسفہ، شعر و اَدب، صحافت و بلاغت، معاشرت و سیاست، نفسیات و روحانیات اور رقص و موسیقی پر گہری گرفت رکھتے ہیں۔ آپ ایک طویل عرصے سے مسلسل گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں اور دریں اثناء علمی و تحقیقی کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ ماڈرن فلاسفی اور علمِ نفسیات پر آپ کا علمی کام اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں انٹرنیٹ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ چھ کتابوں "عشق کی سائنس"، "تصوف کی ڈکشنری"، "صراطِ دانش"، "سوزِ نہاں"، "قبیلہ نور احمد خیل" اور " Trek to Intellect " کے مصنف ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر کئی مقالات و علمی شذرات کے بھی مؤلف و مصنف ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ بھی آپ ہی کی علمی و تحقیقی جہد کا ماحصل ہے۔